© rasailojaraid.com

خلافت راشدہ کے معاشرتی احسانات

ڈاکٹر مستفیض احمد علوی ☆

An in-depth study of Islamic Caliphate reveals that the Middle Ages were illuminated with the golden light of socio-political conditions & environment. The human society was being provided with the awareness, respect & protection of human status & rights. There was a great balance amongst individuals & the state, regarding their rights & responsibilities. The basic human rights were highlighted & protected, individual liberty safe-guarded, rights of privacy & expression encouraged & social justice dispensed. The women were given their due place & opportunities in the society, to bring-up new generations.

Having discovered these facts, one is impressed by the unique Caliphate society. The article based on a research study justifies Philip K Hitti's opinion that, "After the death of the Prophet, sterile Arabia seems to have been converted as if by magic into a nursery of heroes, the like of whom, both in number and quality is hard to find anywhere". (History of the Arabs, New York, 1968: p. 142).

قرون وسطیٰ کے سماجی و معاشرتی حالات کا مطالعہ یہ بات واضح کرتا ہے کہ انسانی معاشرت گوناگوں مسائل سے دوچار تھی۔ بطور خاص، سلطنت روم اور اس کے زیر اقتدار ریاستیں، ایک سماجی بحران کا شکار رہیں۔ اس وقت کے سماج کا بنظر عمیق جائزہ لیں تو ثقافت بے رنگ، فکر پریشان اور تہذیب بنجر دکھائی دیتی ہے۔ جہاں انسان اپنے مقام سے بے خبر، حقوق سے نا آشنا، شعوری زندگی کے لطف اور انفرادی آزادی کے جمال و کمال سے محروم نظر آتا ہے۔ اسی بنیاد پر خود مغرب کا مئورخ اس دور کو، دور ظلمت (Dark Ages) کا نام دیتا ہے۔

ایسے میں سرزمین عرب کی خلافت اسلامیہ ایک نئی انسانی تہذیب کی بنیادیں رکھ رہی تھی جو آگے

☆ صدر شعبہ علوم اسلامیہ، جامعہ خواتین WISH، (رفاہ انٹرنیشنل یونیورسٹی) اسلام آباد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

چل کر علمی و سائنسی کارناموں سے بھرپور، حریت فکر اور آزادی اظہار کی علمبردار، ایک خوشحال و خوشگوار تمدن میں ڈھل گئی۔ ایک ہزار سال سے زیادہ عرصے تک سیاسی حاکمیت نے اسے منظم کئے رکھا۔ اور پھر وہ رہتی دنیا تک کے لئے دنیا کی مثالی تہذیب کے طور پر انسانوں کی زندگیوں میں رچ بس گئی اور آنے والی صدیوں کے لئے ایک نئے انسان نے جنم لیا جو نئے شعور، آزاد فکر اور تسخیر کائنات کی تحریک کا سرگرم کارکن بن کے ابھرا۔۔۔ خود مغرب کے مصنف اس حقیقت کا برملا اظہار، کھلے الفاظ میں کرتے ہیں کہ اسلام نے خطۂ عرب کے ذریعے دنیا کو لازوال انسانی خزانوں سے مالا مال کر دیا:

> After the death of the Prophet, sterile Arabia seems to have been converted as if by magic into a nursery of heroes, the like of whom, both in number and quality is hard to find anywhere.(1)

انسان کی اس پرواز کے پس منظر میں خلافت راشدہ کا بنیادی کردار ہے جس کو کبھی بھلایا نہ جا سکے گا۔ انسانی تاریخ کے اس قابل فخر دور میں انسان کو نہ صرف مقام انسانیت کا شعور عطا کیا گیا بلکہ اسے، اس مقام کے تحفظ کے اصول بھی بتائے گئے اور خلافت کے نظام کے تحت اس کے اس مقام کو بھرپور تحفظ دیدیا گیا۔ انسان کو تمدنی فرائض کی ادائیگی میں اس طرح مگن کیا گیا کہ معاشرے کے حقوق خود بخود ادا ہونے لگے۔ حقوق و فرائض کے اس توازن نے رہتی دنیا تک کے لیے اصول واقدار کا مینارۂ نور قائم کر دیا، جس کی ایک مختصر سی جھلک، ہم تاریخ کے جھروکوں سے، درج ذیل عنوانات سے دیکھ سکتے ہیں۔

مقام انسانی کا شعور اور اس کا تحفظ

قرآن وسنت کے قائم کردہ اصولوں کے مطابق انسان کا اس دنیا میں مقام اور حیثیت یہ ہے کہ وہ خالق کائنات کا نائب، نمائندہ، امین، عبد اور اس کے سامنے جوابدہ ہے۔(۲) اس مقام انسانی کا سیاسی پہلو یہ ہے کہ انسان اپنے خدا کے عطا کردہ اختیارات، جوابدہی کے احساس کے ساتھ اور نیابت الٰہی کے مرتبہ عالی کے مطابق، استعمال کرے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ انسانی سماج میں ریاست وحاکمیت کا ادارہ، افراد معاشرہ کی نگرانی کرے مگر اسے ضروری مواقع اور وسائل بھی مہیا کرے۔ سماجی نظام فرد کی تربیت یوں کرے کہ وہ دیگر انسانوں کے حوالے سے ایک محتاط اور مفید طرز زندگی اپنائے تاکہ اجتماعی فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی عام نہ ہو۔ عدل اور خیر خواہی، اس کے مزاج کا مستقل حصہ بن جائیں۔ اسطرح وہ ایک مفید اور فیض رساں شہری بن سکے گا۔ حکومت کا یہ فرض ہے کہ وہ ہر فرد کو ایسے مواقع مہیا کرے جن سے ایسا طریق

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

زندگی رواج پا سکے اور خلاف ورزی کی صورت میں اسکا احتساب عمل میں آ جائے۔

خلافت اسلامی نے مقام انسانیت کا شعور عام کرنے اور اس مقام کا تحفظ کرنے میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی تھی۔ خلفائے راشدین کا اپنی اطاعت کو خدا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ساتھ مشروط کرنا دراصل اسی سلسلہ کی بنیادی کڑی ہے۔ اس شرط کے بغیر کسی کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ دوسرے پر حکمرانی کرے، ہر فرد اپنی حیثیت میں آزاد اور محترم ہے۔ اس مقام انسانی کا تصور اور تحفظ خلیفہ اول نے اپنے پہلے ہی خطبہ میں یوں واضح کیا کہ:

و الضعيف فيكم قوي عندي حتىٰ اريح عليه حقه ان شاء الله و القوي فيكم ضعيف عندي حتىٰ أخذ منه ان شاء الله .(۳)

تمہارے درمیان جو کمزور ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے یہاں تک کہ میں اس کا حق اسے دلوا دوں، اگر خدا چاہے۔ اور تم میں سے جو طاقتور ہے وہ میرے نزدیک کمزور ہے یہاں تک کہ میں اس سے حق وصول کر لوں۔

گویا ریاست اسلامی میں کسی فرد کا مقام حقوق و فرائض کی ادائیگی اور عدم ادائیگی کی بنیاد پر متعین ہوتا ہے اور خلافت کا ادارہ ہر دو صورتوں میں اس کے اصل مقام کا خیال رکھے گا۔ دوسری طرف یہ حق حکمرانوں کو بھی کسی صورت میں حاصل نہیں ہو سکتا کہ وہ اپنے تحت رہنے والے افراد معاشرہ کے ساتھ ان کے مقام سے گرا ہوا سلوک کریں۔ خلیفۂ دوم حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے عمال کے نام ہدایت نامے میں اس کی وضاحت یوں فرمائی کہ: تم عوام کے بالوں اور ان کی کھالوں کے مالک نہ بن جاؤ۔ (۴)

اسی طرح حضرت عثمان غنیؓ نے اپنی تقریر میں عوام الناس کو خطاب کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: یہ ضروری ہے کہ میں تم سے اپنے ہاتھ روکے رکھوں گا جب تک کہ تمہارے خلاف کوئی کاروائی کرنا قانون کی رو سے واجب نہ ہو جائے۔ (۵)

بطور انسان کے، جو تقدس ہر آدمی کے ساتھ وابستہ ہے اس کا تقاضا یہ ہے کہ ہر فرد قانون کی نظر میں ریاست کے اندر برابر اور مساوی حقوق رکھتا ہے۔ ایک سردار اور رعایا کے درمیان آئینی حقوق کے لحاظ سے فرق اور امتیاز روا رکھنے سے غیر متوازن معاشرہ تخلیق پاتا ہے۔ اسی اصول کے تحت ہم دیکھتے ہیں کہ، تمیز بندہ و آقا کی خلیج، خلافت راشدہ کے دور میں کہیں نظر نہیں آتی۔ حضرت علیؓ کا، ان کی ذِرہ چوری

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

کرنے والے غیر مسلم کے ساتھ رویہ، اس سلسلہ کی ایک عمدہ مثال ہے۔ آپ نے اپنی سرکاری حیثیت کو استعمال کرتے ہوئے اپنی ذرہ قبضہ میں نہیں لی بلکہ عدالت میں استغاثہ دائر کیا۔ قاضی نے جو کہ اسی خلافت کے نظام کا محافظ ہے، گواہ طلب کیے۔ آپ پیش نہ کر سکے تو فیصلہ، خلیفۂ وقت کے خلاف ہوا۔ آفرین انسانی حقوق کے اس علمبردار پر کہ جب فیصلہ ہو گیا، تو ملزم عیسائی نے حقیقت تسلیم کرتے ہوئے کہا کہ ذرہ واقعی آپ کی ہے، واپس لے لیں، مگر آپ نے انکار کیا اور کہا کہ اب آپ کی ہے۔(۶)

ایک اور مثال دیکھیے، ریاست غسان کا فرمانروا (جبلہ بن ایہم) جو اسلام قبول کرنے کے بعد ایک دفعہ طواف کعبہ میں مصروف تھا کہ ایک بدو کا پاؤں اس کی چادر پر آ گیا۔ سردار نے بدو کو طمانچہ دے مارا۔ بدو نے فوراً بدلہ چکا دیا تو جبلہ نے حضرت عمرؓ سے شکایت کی اور بتایا کہ ہمارے ہاں اگر کوئی ایسی گستاخی کرے تو ہم اسے قتل کر دیتے ہیں۔ حضرت عمرؓ نے اسے جواب دیا کہ اسلام نے اعلیٰ و ادنیٰ درجوں کو قانون کی نظر میں ایک کر دیا ہے۔(۷)

لہٰذا کسی کو سردار ہونے کی وجہ سے یہ حق نہیں پہنچ جاتا کہ وہ دوسروں کو اپنی ملکیت سمجھ کر تصرف میں لے آئے یا کمتر اور گھٹیا سمجھ کر ان کے حقوق پہ ڈاکہ ڈالے۔ قانون اسلامی ہر ایک کو مقدس و محترم قرار دیتا ہے، جب تک وہ کسی گناہ اور جرم کا مرتکب نہ ہو جائے۔ اگر ایسا ہو تو اس کی حیثیت اور مال اسے سزا سے نہیں بچا سکتا بے شک گورنر و خلیفہ ہی کیوں نہ ہو!

حقوق انسانی کی ادائیگی اور حفاظت

اسلامی ریاست میں شہری دو طرح کے تھے۔ ایک مسلمان اور دوسرے اہل عہد (معاہد یا ذمی)۔ خلافت راشدہ کی فلاحی مملکت میں اہل عہد کے خصوصی حقوق کا تعین باقاعدہ طور پر موجود تھا اور خلفاء اربعہ خود سختی کے ساتھ اس ضابطے پر عمل درآمد کرواتے تھے۔ جان و مال کا تحفظ، حق ملکیت اور اس کا تحفظ، عزت و آبرو کا خیال اور ہتک عزت کا مداویٰ۔ اس سب کچھ کو ریاست کی بنیادی ذمہ داری سمجھا جاتا رہا اور خلاف ورزی کی صورت میں کڑا احتساب روا رکھا گیا۔ عدل کی فراہمی اور قانون کی بالاتری کے ذریعے حقوق انسانی کی ادائیگی کو منضبط، شفاف اور ضروری ثابت کیا گیا۔ بے شمار تاریخی نظائر سے معلوم ہوتا ہے کہ خلافت اسلامی کا یہ خاصہ اسے دنیا کی تمام ریاستوں سے ممتاز بنا دیتا ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سید مودودی رقمطراز ہیں کہ: خلافت راشدہ اپنے پورے دور میں اس قاعدے (قانون کی بالاتری) کی سختی کے ساتھ پابند رہی، حتیٰ کہ حضرت عثمان غنیؓ اور حضرت علیؓ نے انتہائی نازک اور سخت اشتعال انگیز حالات میں بھی حدود شرع سے باہر قدم نہ رکھا۔(۸)

اس سلسلہ کی بہترین مثال حضرت عثمان غنیؓ نے یوں فراہم کی کہ آپ نے اپنے خلاف محاصرہ کار باغیوں کے خلاف تلوار اٹھانے کی اجازت یہ کہتے ہوئے نہ دی کہ میں اپنی جان بچانے کی خاطر کئی مسلمانوں کا خون نہیں ہونے دیتا۔ خلافت اسلامی کے دور میں موجود ذمیوں کے حقوق کی تفصیلات، ایک محقق کو متحیر کردینے کے لئے کافی ہیں۔حقوق انسانی کا ایسا صاف ستھرا اور مبنی بر انصاف شعور اور پھر اس کے نفاذ کا عملی ضابطہ، اسلامی ریاست کا قائم کردہ ایسا مینارۂ نور ہے جس سے تاریخ انسانی پہلی دفعہ روشناس ہوئی اور تا ابد مستفیض ہوتی رہے گی۔

یعقوبی نے خلیفہ ثانی کے دور کا یہ واقعہ نقل کیا ہے کہ عمرو بن العاص (فاتح مصر) کے بیٹے نے ایک قبطی عیسائی کو مارا پیٹا۔ مقدمہ حضرت عمرؓ کی عدالت میں پیش ہوا۔آپ نے مجمع عام میں سزا دلوائی اور باپ بیٹے سے مخاطب ہو کر وہ جملہ ادا فرمایا جو تاریخ میں حقوق انسانی کی ضمانت ٹھہرا کہ: تم نے لوگوں کو غلام کب سے بنالیا ہے؟ حالانکہ ان کی ماں نے تو انہیں آزاد جنا تھا۔(۹)

اسی طرح حضرت علیؓ کے سامنے اہل حیرہ کے ایک شخص کا مقدمہ پیش ہوا جس کے بیٹے کو ایک مسلمان نے قتل کردیا تھا۔آپ نے گواہی لینے کے بعد قاتل سے قصاص لیے جانے کا حکم صادر فرمایا۔ ذمی کو مسلمانوں نے دیت پر راضی کرلیا اور اس نے حضرت علیؓ کو طے پانے والے معاہدے کی تفصیل بتائی ۔خلیفہ نے اس معاہدے کو اس وقت قبول فرمایا جب یہ تصدیق ہوگئی کہ ذمی کو ڈرا دھمکا کر دیت پر راضی نہیں کیا گیا۔آپؓ نے اس موقع پر مسلمانوں کے مجمع میں فرمایا کہ:

میں نے ذمیوں کو وہ حقوق دیئے ہیں کہ ہمارا خون ان کے خون کی طرح اور ہماری دیت ان کی دیت کی مانند ہو جائے۔(۱۰)

سماجی آزادی اور عزت و آبرو کا تحفظ

عہد خلافت میں اسلامی ریاست کے باشندے عدل اجتماعی سے اس طرح بہرہ مند تھے کہ آج کی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مہذب ترین سوسائٹی میں بھی اس کا صرف خواب دیکھا جا سکتا ہے۔ افراد معاشرہ کی سماجی آزادی اور ان کی عزت و آبرو کا تحفظ تو یوں لگتا ہے، خلیفہ وقت کی اولین ترجیح میں شامل تھے۔ جب بھی کوئی ایسا مقدمہ خلیفۂ وقت کے سامنے پیش ہوا تو فوراً اس کے ازالے کا اہتمام ہوا اور انصاف ہوتا ہوا نظر آیا۔ ابو موسیٰ اشعری نے ایک شخص کو مال غنیمت میں سے زیادہ حصہ مانگنے پر کوڑے لگوائے اور سر منڈوا دیا۔ حضرت عمرؓ کے پاس شکایت پہنچی تو آپ نے فوراً اس کے بدلے کا حکم دیا۔(۱۱) اسی طرح آپ کے عہد میں بنی ہذیل کے کسی شخص نے اپنے میزبان کی لڑکی پر دست درازی کی، اس کے پتھر مارنے سے وہ ڈھیر ہو گیا۔ آپ کے پاس فیصلہ آیا تو آپ نے اسے اللہ کی طرف (سزا کے طور پر) قتیل قرار دیا اور دیت نہ دلوائی۔(۱۲)

ملک شام کے شہر حمص میں امیر عساکر ابو عبیدہ نے جب لوگوں کو جزیہ واپس کرنے کے لئے حکم صادر فرمایا تو شہری حیران ہوئے کہ اغراض کی دنیا میں یوں بھی ہوتا ہے! استفسار پر بتایا کہ ہم یہ جزیہ ذمیوں سے ان کے دفاع اور حفاظت کے عوض میں لیتے ہیں۔ چونکہ ہم اس علاقے سے اپنی فوجیں واپس لے جا رہے ہیں اور حفاظت کا فریضہ انجام دینے سے قاصر ہیں لہذا اللہ کی مخلوق کا مال اسے واپس کر رہے ہیں۔ حقوق انسانی کا تحفظ اس انداز سے ہوتا دیکھ کر شہریوں کی آنکھوں میں آنسو اتر آئے اور ان کے لبوں پر یہ دعائیں آ گئیں "اللہ ایسے محافظوں کو ہمارے لئے دوبارہ فتح سے ہمکنار کرے اور ہمیں ان کی نگرانی میں زندگی گزارنا نصیب ہو۔(۱۳)

ایک طرف سرکاری سطح پر، نظام خلافت کے ادارے حقوق خلق میں اسقدر محتاط ہیں اور دوسری طرف انفرادی سطح پر خلفاء کا طرز عمل عجیب مثالیں رقم کر رہا ہے کہ حضرت عمرؓ فرات کے کنارے کسی بکری (یا بعض روایات میں کتے) کے بھوکا مرنے کا ذمہ دار اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں۔ جو خلیفہ جانوروں کے حقوق کا ایسا پاسبان ہو وہ انسانوں کے لئے کیا کچھ نہ کرتا ہوگا؟۔۔۔۔علامہ عینی نے ایک روایت نقل کی ہے کہ ایک دفعہ حضرت علیؓ نے ایک غلام کو دو قطعے کپڑے خریدنے کے لئے بھیجا۔ جب وہ لے آیا تو آپ نے باریک اور قیمتی کپڑے کا ٹکڑا اسے دیتے ہوئے کہا: تم زیادہ مستحق ہو کہ تم جوان ہو اور زینت و آرائش چاہو گے، دوسرا کپڑا خود رکھ لیا اور فرمایا کہ (میری خیر ہے) میں تو بوڑھا ہو چکا۔(۱۴)

بلا امتیاز رنگ و نسل اور مقام و مرتبہ، رعایا کی نفسیات تک کا یوں خیال رکھنا افسانوی ادب اور خیالی دنیا سے نکل کر پہلی دفعہ اس دور میں عملی زندگی میں آیا کہ تاریخ کا حصہ بن گیا۔ عہد کی پاسداری کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

سنہرے نظائر بھی تاریخ انسانی کے اسی عہد میں نظر آتے ہیں، ورنہ ''مہذب'' دنیا میں یہ معاملہ ''پالیسی'' کے منافقانہ رویے کی نظر ہوتا رہا ہے۔

ایرانی فرمانروا ہرمزان حضرت عمرؓ کے سامنے گرفتار ہو کر پیش ہوا، اس کے قتل کا فیصلہ صادر ہوا تو اس نے پانی مانگا۔ پھر پانی لینے تک کے لیے جان کی امان مانگی۔ حضرت عمر نے ''لاباس'' کہا۔ وہ ایک ''پالیسی'' پر چل رہا تھا۔ اس نے پانی پیے بغیر گرادیا (تاکہ نہ پئیوں اور نہ اس وقت تک قتل کیا جاؤں) حضرت انس نے خلیفہ سے کہا کہ آپ اسے قتل نہیں کرسکتے کیونکہ آپ امان دے چکے ہیں۔ گواہی مانگی گئی تو زبیر بن العوام نے گواہی دی کہ امان دی گئی تھی۔ لہذا اسے چھوڑ دیا گیا اور وہ مسلمان ہوگیا۔ حضرت عمرؓ فاروق نے امیر عساکر کو حکم لکھ بھیجا تھا کہ اگر کسی کو امان دینے کا اشارہ تک کرچکے ہو تو اسے برقرار رکھنا۔ (۱۵) انسانی آزادی کا تحفظ کرنے والوں کی تاریخ میں حضرت علیؓ کے یہ الفاظ سنہرے الفاظ میں نقش ہو گئے ہیں کہ:

مجھے شرم آتی ہے کہ میں ایک انسان کو غلام بناؤں جو اللہ کو اپنا رب کہتا ہے۔ (۱۶)

سرزمین عرب کے قبائلی نظام میں خلیفہ وقت کا اقرباء پروری سے مکمل اجتناب بلکہ اپنے خاندان کو سرکاری عہدوں سے دانستہ دور رکھنا بھی ایک انہونی تھی۔ خلفائے راشدین نے سماجی آزادی اور معاشرتی انصاف کے تقاضوں کو مجروح نہ ہونے دیا اور یوں لوگوں کے لئے ایک نئی مثال قائم کردی۔ اس سلسلہ میں اگرچہ حضرت عثمان غنیؓ کا طرز عمل مختلف نظر آتا ہے مگر انہوں نے بھی صلہ رحمی کے جذبے کے تحت اپنے خاندان میں سے اپنے اعتماد کے آدمیوں کو سرکاری عہدے دیئے۔ مجموعی طور پر دیکھا جائے تو انہوں نے اپنی قابلیت اور صلاحیت کی بنیاد پر ایسا کام کر کے دکھایا جو توقعات سے بڑھ کر تھا۔

حضرت عمر فاروقؓ نے اپنے بعد ہونے والے ایک متوقع خلیفہ کو یہ وصیت کی تھی کہ:

اگر میرے بعد تم خلیفہ بنو تو اپنے قبیلے کے لوگوں کو عوام کی گردنوں پر سوار نہ کردینا۔ (۱۷)

گویا آپ کو انسان کی سماجی آزادی اور معاشرتی حقوق کا اس قدر احساس تھا کہ خود اپنے دور خلافت میں تو اس کا خیال رکھتے ہی رہے، آنے والے خلفاء کو بھی تاکید کر گئے کہ ایسی غلطی سے مجتنب رہنا جس سے امت کے اجتماعی شعور و ضمیر پر بوجھ پڑے اور خالق کی دی ہوئی نعمتوں سے وہ محروم رہ جائیں۔

رعایا کی آزادیٔ رائے کا احترام

خلیفہ اول کی پہلی تقریر جو آپ نے بیعت عام کے بعد شہریوں کے اجتماع عام میں کی، اس کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

الفاظ تھے کہ:

اگر آپ چاہیں تو اصحاب رسول صلی اللہ علیہ وسلم میں سے کسی اور کو چن لیں، میری بیعت آپ کے راستے میں حائل نہیں ہوگی''۔ اور یہ کہ ''اگر میں ٹھیک کام کروں تو میری مدد کیجئے اور اگر غلط کروں تو مجھے سیدھا کر دیجئے۔ (۱۸)

رضا کارانہ بیعت اطاعت کی بنیاد پر منتخب خلیفہ کا عوام الناس کو حق احتساب دینا اور اپنی اصلاح کا اختیار بھی انہیں عطا کرنا، سونے پہ سہاگہ والی بات ہے۔ حریت فکر اور آزادی اظہار کے تحفظ کی ضمانت اس سے بہتر طریقے سے بھی فراہم کی جاسکتی ہے؟ تاریخ ایسی کوئی دوسری مثال پیش کرنے سے قاصر ہے۔

حضرت عمر فاروقؓ نے آئندہ خلیفہ کے انتخاب کے سلسلہ میں ایک چھ رکنی کمیٹی بنائی تھی۔ آپ نے ان افراد سے مخاطب ہوتے ہوئے فرمایا تھا کہ ''جو شخص مسلمانوں کے مشورے کے بغیر زبردستی امیر بننے کی کوشش کرے اسے قتل کر دو۔ (۱۹)

یعنی وہ اتنا بڑا جرم کرے گا کہ اس کی سزا موت سے کم نہیں ہوسکتی۔ حضرت علیؑ کو شہادت عثمانؓ کے بعد عہدۂ خلافت سنبھالنے کے لئے باصرار کہا گیا تو آپ نے فرمایا:

میری بیعت خفیہ طریقے سے نہیں ہوسکتی، یہ مسلمانوں کی مرضی سے ہی ہوگی۔ (۲۰)

امام ابو یوسف نے حضرت عمرؓ کی ایک مجلس شوریٰ کا حوالہ دیا ہے جس سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ خلفاء راشدین کے ذہنوں میں حکومت سنبھالنے کا مطلب یہ ہرگز نہیں تھا کہ عوام کو محض حاکم کی مرضی اور خواہش کا غلام بن کے نہیں رہنا چاہیے بلکہ وہ اپنی آزاد سوچ رکھنے اور اس کا آزادی کے ساتھ اظہار کرنے کا مکمل حق رکھتے ہیں۔

آپ نے اپنی مجلس شوریٰ کے اجلاس میں فرمایا:

آپ میں سے جس کا جی چاہے مجھ سے اختلاف کرے اور جس کا جی چاہے میرے ساتھ اتفاق کرے میں یہ نہیں چاہتا کہ آپ میری خواہشات کی پیروی کریں۔ (۲۱)

یہ بات اب خلیفۂ وقت کی طرف سے خود کہی جارہی ہے، حالانکہ اس طرح کا حق لینے کا مطالبہ تو شوریٰ کے افراد کی طرف سے آنا چاہیے تھا۔ اس کا مطلب یہ بھی ہے کہ آپ عملاً اس اصول پر عمل پیرا تھے۔ لہذا لوگوں کو اس بات کا مطالبہ کرنے کی ضرورت نہیں پڑی۔ دوسرا یہ کہ آپ لوگوں کے اندر حریت

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

فکراور آزادیٔ اظہار کے لئے موجود عنصر کو حوصلہ دینا چاہتے تھے اور ان اقدار کی آبیاری کو امت کے لئے اور افرادِ شوریٰ کے لئے ضروری سمجھتے تھے۔۔۔ اور گاہے گاہے اس بات کا جائزہ بھی لیتے رہتے تھے جسے تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔ ایک دفعہ آپ نے لوگوں کی مجلس میں یہ کہا کہ اگر میں بعض معاملات میں ڈھیل اختیار کرلوں تو تم کیا کرو گے؟ حضرت بشر بن سعد نے کہا "اگر آپ نے ایسا کریں گے تو ہم آپ کو تیر کی طرح سیدھا کردیں گے۔ اس پر آپ نے ان کی حوصلہ افزائی کی "تب تو تم کام کے لوگ ہو!"۔ (۲۲)

اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ امت کے اجتماعی ضمیر کو بیدار رکھنے کے متمنی تھے۔ ان میں سوچنے سمجھنے کی قوت اور رائے کے اظہار کی جرأت پیدا کرنا چاہتے تھے۔ مذکورۃ الصدر ابو موسیٰ اشعری کے ایک شخص کو کوڑے لگوانے والے معاملے میں آپ نے عجیب بات کی۔

ہوا یوں کہ متاثرہ شخص اپنے بالوں کو لے کر مدینہ پہنچا اور جاتے ہی بالوں کا گچھا بنا کر خلیفۂ ثانی عمر فاروقؓ کے سینے پر دے مارا اور بڑے اکھڑ لہجے میں بولا: "بخدا آگ! میرے ساتھ یہ ظلم ہوا۔ میں بہت بلند آواز اور دشمن پر دباؤ ڈالنے والا انسان ہوں"۔

آپ نے اس کی گستاخی پر غضبناک ہونے کے بجائے اسے خراج تحسین پیش کیا اور فرمایا:

بخدا! اگر سارے لوگ اس جیسے عزم والے ہوں تو یہ بات مجھے اس سارے مال غنیمت سے زیادہ عزیز ہے جو اب تک اللہ تعالیٰ نے ہمیں عطا کیا ہے۔ یاد رہے کہ خلفائے راشدین میں خلیفۂ ثانی کا ہی تو دور تھا جب سب سے زیادہ فتوحات ہوئیں اور سب سے زیادہ مال غنیمت جمع ہوا مگر امیر المؤمنین اس مال و دولت سے اہم اس بات کو قرار دے رہے ہیں کہ لوگوں میں حریت فکر پیدا ہو اور وہ اظہار رائے کی دولت سے مالا مال ہو جائیں۔ (۲۳)

حضرت علیؓ کے سامنے ایک دفعہ کچھ خارجیوں کو گرفتار کر کے لایا گیا وہ آپ کے منہ پر آپ کو گالیاں دیتے رہے۔ ان میں سے ایک خدا کی قسم اٹھا کے آپ کو قتل کرنے کا برملا ارادہ دہرائے جا رہا تھا۔ لوگوں کے کہنے کے باوجود آپ نے نہ صرف سزا دینے سے احتراز کیا بلکہ یہ فرمایا کہ جب تک عملاً کوئی کارروائی ان سے سرزد نہ ہو جائے جو قابل گرفت ہو تو محض زبانی مخالفت کی بنیاد پر سزا نہیں دی جائے گی۔ (۲۴)

تاریخی حقائق بتاتے ہیں خلفائے راشدین نے محض ایسی "نیک خواہشات" نہیں رکھیں بلکہ اپنے طرز عمل اور طرز حکومت سے یہ ثابت کیا کہ ان کی حکومت کی اولیں ترجیح لوگوں کو قانونی مساوات، سماجی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آزادی، اجتماعی عدل اور اظہار رائے کی آزادی سے ہمکنار کرنا ہے۔ یہاں تک کہ ''بیعت'' جیسے بنیادی ادارے کی خلاف ورزی کرنے والوں کی عزت نفس کو مجروح نہیں کیا گیا۔ قانونی لحاظ سے بیعت نہ کرنے والوں سے پوچھ گچھ کی گنجائش نکالی جا سکتی ہے مگر خلیفہ اول نے حضرت سعد بن عبادہ کے بیعت نہ کرنے کے باوجود ان سے تعرض نہ کیا۔ اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمر اور دیگر کچھ اصحاب نے بیعت نہیں کی مگر نہ صرف یہ کہ آپ نے ان سے تعرض نہیں کیا بلکہ ان کے بارے میں دوسروں کو یہ ضمانت دیتے رہے کہ ان سے کسی فتنے کا اندیشہ نہیں۔ (۲۵) ایسے خلیفہ کے بیٹے کو دور خلافت کے بعد محض بیعت نہ کرنے پر خاندان کے معصوم بچوں سمیت شہید کر دیا گیا۔ سچ تو یہ ہے کہ خلفائے راشدین اس حریت فکر اور اظہار رائے کی آزادی سے کئی سیاسی نقصان تو برداشت کر لیتے مگر امت کے شعور اور ضمیر پر پہرے بٹھانے سے گریز کیا۔

مقام نسواں کا تحفظ

قرآن حکیم اور اسوہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی روشنی میں خواتین کا معاشرے میں جو مقام، حیثیت اور ذمہ داری بنتی ہے، اس کا مکمل عملی مظاہرہ دور خلافتِ راشدہ میں نظر آتا ہے۔ تاریخ انسانی میں پہلی مرتبہ ایسا ہوا کہ عورت کو معاشرے میں باوقار شہری کی جگہ اور اس کے حقوق عطا ہوئے۔ اسلام نے عورت کو باعزت زندگی، تعلیم، وراثت اور دیگر معاشرتی حقوق سے نوازا (۲۶)۔

خلفائے راشدین نے اس مقام نسواں کے تحفظ میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ خواتین نے معاشرے کی اسلامی خطوط پر استواری میں حکومت کا بھرپور ساتھ دیا۔ نسل نو کی تربیت، مجاہدین کی تیاری، جنگوں میں زخمیوں کی مرہم پٹی اور تحصیل و ترویج علم میں مکمل معاونت کی۔ اس سب کچھ کے ساتھ وہ خانگی امور اور اندرون خانہ سرگرمیوں میں بھی مصروف رہیں۔

اہل الرائے خواتین کے ساتھ امور سلطنت کے بارے میں خلفاء کا مشورہ بھی تاریخ نے محفوظ کیا ہے۔ امہات المؤمنین کی آرا اور دیگر صحابیات کے مشورے قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے۔ حضرت عمر فاروقؓ نے ایک صحابیہ شفا بنت عبداللہ سے بعض اہم معاملات میں رائے لی اور انہیں بازار (میں قیمتوں وغیرہ) کی نگرانی پر مامور بھی کیا۔ (۲۷) آپ کے عہد میں خواتین نے جنگوں میں حصہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لیا۔(۲۸) مثلاً جنگ یرموک میں حضرت اسماء بنت یزید(۲۹) اسی طرح وہ عدالتوں میں حاضر ہو کر گواہی بھی دیتیں۔مثلاً حضرت علیؓ کی عدالت میں چار عورتوں نے ایک عورت کے خلاف گواہی دی کہ اس نے پاؤں تلے بچہ روند ڈالا ہے۔حضرت عمرؓ نے ایک شوہر کے خلاف بیوی کو طلاق دینے کے واقعہ میں چار عورتوں کی شہادت کو قبول کیا۔(۳۰)

خواتین معاشرہ کا کردار خلفائے راشدین کے دور میں نہ صرف اجتماعی کاموں میں ہاتھ بٹانے تک محدود تھا بلکہ ان کی طرف سے خلفاء پر تعمیری تنقید بھی جاری رہتی۔مثلاً ایک دفعہ خلیفۂ ثانی کو سرراہ روک کر ایک خاتون نے کہا: اے عمر! رعایا کے معاملہ میں اللہ سے ڈرو۔جب آپ کے ساتھی نے اسے ٹوکنا چاہا تو آپ نے منع کر دیا۔(۳۱) ایک مرتبہ حضرت عمر فاروقؓ خطبۂ جمعہ میں حق مہر کی رقم مقرر کرنے کا حکم دے رہے تھے کہ ایک عورت نے ٹوک دیا اور ان کی رائے کے مقابلے میں قرآن سے دلیل دی تو خلیفہ نے اپنی رائے تبدیل کر لی۔(۳۱)

معاشی تحفظ اور نجی زندگی کی آزادی وسلامتی

دین اسلام کے طے کردہ انسانی مقام ومرتبہ کی روشنی میں خلفائے راشدین نے ہر ایک فرد معاشرہ کو محترم اور مفید جان کر اس کی خدمت کی۔وہ انسان میں حقوق وفرائض کے توازن کو قائم کرنے اور اسے برقرار رکھنے کی جدوجہد میں رہے۔اس سلسلہ میں مسلم وغیر مسلم اور غریب وامیر یا اعلیٰ وادنیٰ کی کوئی طبقاتی تقسیم نہیں کی۔وہ اپنے آپ کو رعایا کی زندگیوں کا مالک نہیں سمجھتے تھے۔معاشی زندگی کا تحفظ،سماجی عدل کی فراہمی اور افراد کی نجی زندگی کی آزادی کی خاطر اپنے آپ کو ہر وقت بے چین کئے رکھتے تھے۔ اپنی رعایا میں ایک معصوم انسانی بچے کے بلکنے سے لے کر دور دراز جنگلوں میں جانور کے بھوکا رہنے تک کا احساس ہر وقت ان کے حرز جاں تھا۔ضرورتمندوں، یتامیٰ، مساکین اور فقرء کے باقاعدہ رجسٹر اور اندراج موجود تھے جن کی بنیاد پر حکومت ایسے لوگوں کی مسلسل خبر گیری کرتی رہتی تھی۔

خلیفۂ ثانی نے ایک یہودی کو بھیک مانگتے دیکھا تو اسے گھر لے گئے اور بیت المال کے ذمہ دار کو بلا کر اس کا روزینہ مقرر کروایا۔اس موقع پر آپ نے یہ الفاظ کہے(۳۲) خدا کی قسم! یہ بات انصاف سے بعید ہے کہ ہم ان کی جوانی سے جزیہ لے کر کھائیں اور بڑھاپے میں انہیں بے سہارا چھوڑ دیں) عہد

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

خلافت میں نومولود بچوں کے وظائف مقرر تھے۔ حضرت حسین بن علی سے پوچھا گیا کہ نومولود کا حصہ کب سے جاری ہوگا؟ آپ نے فرمایا "اذا استھل" اسی وقت سے جب وہ پہلی آواز نکالے۔ (۳۳) حضرت عمر فاروقؓ کا یہ مستقل طریقہ تاریخ سے ثابت ہے۔ (۳۴)

اسی طرح خلیفہ ثالث کے حوالے سے ایک محترم خاتون کا بیان ہے کہ:

فارسل الي بخمسين درهما و شقيقة سنلانية، ثم قال : هذا عطاء ابنك، و هذا كسوته، فاذا مرت به سنة رفعناه الى مائة. (۳۵)

بچے کی ولادت پر مجھے امیر المؤمنین نے) پچاس درہم اور ایک چادر بھیجی اور کہلا بھیجا کہ یہ آپ کے بچے کا وظیفہ ہے، جب یہ ایک سال کا ہو جائے تو ہم اس کا وظیفہ بڑھا دیں گے۔

اس سلسلہ میں غیر مسلم اقلیتوں کے ساتھ سرکاری اداروں کا سلوک سنہرے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے۔ ان کے جان و مال کا تحفظ، عزت و آبرو کی ضمانت، انہیں معاشی حقوق کی فراہمی کے ساتھ جزیہ کی وصولی کے سلسلہ میں فیاضانہ برتاؤ بے مثال رہا۔ چار ماہ تک جزیے میں چھوٹ اور سال بھر اسلامی ریاست کی حفاظت میں رہنے پر جزیہ کی ادائیگی جاری رہی۔ غریب، کمزور، معذور افراد کو نہ صرف جزیہ معاف ہوتا بلکہ ان کے وظائف جاری کیے جاتے۔ (۳۶) کتاب الاموال میں حضرت عمر کے ایک غلام کی روایت درج ہے۔ جس میں بتایا گیا ہے کہ خواتین اور بچوں کو جزیہ سے مستثنیٰ قرار دے دیا گیا تھا۔ (۳۷)

معاشی پہلوؤں سے قانونی مساوات کی ایک اور نادر مثال قاضی شریح کا وہ فیصلہ ہے جو انہوں نے حضرت عمرؓ کے مقابلہ میں عام شہری کے حق میں دیا۔ ہوا یوں کہ خلیفہ ثانی نے ایک گھوڑا خریدا۔ جب سودا ہو گیا اور آپ اس پر سوار ہوئے تو گھوڑا گرنے سے زخمی ہو گیا۔ آپ نے اسے مالک کو واپس کرنا چاہا تو اس نے لینے سے انکار کیا۔ عدالت میں معاملہ لے جایا گیا تو قاضی نے فیصلہ گھوڑے کے مالک کے حق میں دیا اور خلیفہ سے کہا کہ آپ اگر واپس کرنا چاہتے ہیں تو گھوڑے کو اسی حالت میں کر سکتے ہیں جس طرح آپ نے لیا تھا (یعنی زخم کے بغیر......) (۳۸)

شہریوں کی نجی زندگی میں حکومتی دخل اندازی کو بھی خلافت اسلامیہ نے ناپسند کیا۔ قرآن مجید نے زندگی کے جن نجی حقوق کی تفصیل کے ساتھ ہدایت فرمائی ہے، خلفائے راشدین نے ان کا احترام پوری طرح ملحوظ رکھا۔ یہ سب کچھ اس زمانے میں ہو رہا تھا جب انسان کو ان نجی حقوق کی خبر تک نہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

تھی...... مذہب وعقیدے کی آزادی، معاشی زندگی اور حقوق ملکیت، قانون وراثت اور تحفظ آبرو، جیسے اقدام خلافت راشدہ کے تاریخی کارنامے ہیں۔ اسی طرح دوسروں کے خلاف کسی شہری کا یا سرکاری ادارے کا تجسس، پراپیگنڈہ، غیبت، الزام تراشی وغیرہ پر سختی سے پابندی قائم رکھنا اصول استیذان، معاشرتی زندگی میں اور شک کا فائدہ، سزا کے معاملات میں...... یہ وہ سنہرے اصول ہیں جو تاریخ انسانی نے صرف خلافت اسلامی کے دور میں دیکھے ہیں۔

خلیفہ اول نے حضرت عمرو بن العاص کو شام وفلسطین کی طرف مہم پر روانہ کرتے ہوئے فرمایا تھا'' اپنے ساتھیوں کے ساتھ اس طرح پیش آؤ جیسے وہ تمہاری اولاد ہیں۔ لوگوں کے راز نہ ٹٹولو اور ان کے ظاہر پر ہی ان سے معاملہ کرو۔ (۳۹)

حضرت عمر کا ایک واقعہ تاریخ میں انوکھا نظر آتا ہے۔ گلی میں سے گزرتے ہوئے آپ نے کسی گھر کے اندر سے موسیقی کی آواز سنی۔ دیوار پھلانگ کر اندر گئے تو شراب وشباب نظر آئے۔ یہ سب کچھ دیکھ کر آپ برہم ہوئے مگر شہری کے اعتراض نے انہیں لاجواب کر دیا۔ اس نے کہا کہ میرا جرم ایک طرف مگر امیر المؤمنین! آپ نے حکم الٰہی کی تین خلاف ورزیاں کی ہیں، ایک تجسس کیا، دوسرے دیوار پھلانگی، تیسرا بغیر اجازت میرے گھر میں داخل ہوئے۔۔ یہ سننا تھا کہ جلالت وعظمت کے پہاڑ عمر فاروق نے بجائے غصہ ہونے کے اسے سرزنش کرنے پر ہی چھوڑ دیا۔ (۴۰)

عجیب بات ہے، پہلے ایسے حقوق کا لوگوں کو شعور خود دیا، پھر اس کا تحفظ بھی کرتے رہے اور اگر ایک جگہ خلاف ورزی کے مرتکب ہوئے تو شہری کو احتساب کرنے کا حق بھی دیا۔ اسے انا کا مسئلہ اور عناد کی جڑ نہیں بننے دیا۔ سلام ایسی پاکیزہ ہستیوں پر جو عالی مرتبہ ہونے کے باوجود اتنی عاجزی وانکساری سے رہے۔ اپنی رعیت کے سارے حقوق کو اپنے فرائض سمجھ کر پورے کرتے رہے۔ رعایا کو جرأت اظہار، حریت فکر اور ''حق احتساب'' عطا کرتے رہے۔

اصلاح معاشرہ اور انسانی اوصاف کی نشوونما

خلافت راشدہ کا انسانی معاشرے کے لئے یہ بھی ایک منفرد تحفہ ہے جو حکومتوں کی تاریخ کے مطالعہ کے بعد اور بھی قیمتی اور نمایاں نظر آتا ہے۔ خلفائے راشدین امر بالمعروف ونہی عن المنکر کا قرآنی فریضہ

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ادا کرتے ہوئے معاشرے کی اصلاح اور افراد معاشرہ کی تعمیر سیرت و کردار کو اپنا فرض منصبی سمجھتے تھے۔

فرد، معاشرے کی بنیادی اکائی ہے اور اس کے بگڑنے یا سنورنے سے ہی معاشرے تخریب یا تعمیر کے راستوں پر چلتے ہیں۔ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی جانشینی کا مطلب ہی یہ تھا کہ معاشرے کو تعمیر انسانیت کی راہوں پر جاری وساری رکھا جائے اور اس سلسلہ میں خلافت راشدہ کسی وقت بھی غافل نہ ہوئی۔

اسلامی ریاست وحکومت جہاں عوام الناس کی ضروریات پوری کرنے کی ذمہ دار ہوتی ہے وہاں وہ ان کی اخلاقی نگرانی اور روحانی تعمیر وتہذیب بھی اپنے ذمہ لیتی ہے۔ لہذا خلفاء راشدین کی یہ مستقل حکمت عملی رہی کہ ریاست کے ان دو بنیادی ستونوں کو کمزور نہ ہونے دیا جائے۔ اس مقصد کی خاطر انہوں نے قانونی حاکمیت اور عدل وانصاف کی فراہمی کو یقینی بنایا۔ انسانی مساوات کی عظیم مثالیں پیش کیں۔ ریاست کی طرف سے عوام کو آزاد معاشی، سماجی اور معاشرتی زندگی کے مواقع اور وسائل مہیا کیے۔ وعظ ونصیحت سے بڑھ کر اپنے عمل کے ٹھوس اور قابل تقلید نمونے پیش کیے اور قانون کے بے لاگ نفاذ کے ذریعے اصلاح معاشرہ اور اعلیٰ اوصاف انسانی کی نشوونما کو یقینی بنایا۔

خلیفہ اول نے اپنی پہلی تقریر میں ہی لوگوں کو معروف کی برکتوں اور منکرات کی نحوستوں سے آگاہ کرتے ہوئے فرمایا تھا کہ: سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت...... کبھی ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی قوم اللہ کی راہ میں جدوجہد چھوڑ دے اور اللہ اس پر ذلت مسلط نہ کر دے اور کسی قوم میں فواحش پھیلیں اور اللہ اس کو عام مصیبت میں مبتلا نہ کر دے۔ (۴۱)

تمام خلفاء نے اپنی رعایا کو یہ شعور دینا ضروری سمجھا کہ ان کی اطاعت صرف معروف میں کی جائے۔ منکرات میں نہ صرف ان کی اطاعت قطعاً ضروری نہیں بلکہ اس کے خلاف ردعمل کا برملا اظہار کیا جائے۔ افراد معاشرہ کے حقوق کا تحفظ اور حکمرانوں کے احتساب کا یہ دوگونہ اصول صرف خلافت راشدہ نے ہی انسانوں کو عطا کیا۔ انسان تو مطلق العنان بننا چاہتا ہے کجا کہ حاکم بننے کے بعد لوگوں کو اپنے اختیارات پر حد لگانے کا نہ صرف اختیار دے دیا جائے بلکہ انہیں اس کا طریق کار اور معیار بھی عطا کر دیا جائے۔

حضرت عمر فاروقؓ اپنے عمال کو ہدایت فرماتے کہ: تمہیں رعایا کے بالوں اور ان کی کھالوں کے مالک بن جانے کے لئے عامل نہیں مقرر کیا بلکہ اس لئے تمہیں مقرر کرتا ہوں کہ تم نماز قائم کرو، لوگوں کے درمیان حق کے ساتھ فیصلے کرو، عدل کے ساتھ ان کے حقوق تقسیم کرو۔ (۴۲) بقول خلیفۂ اول: اپنے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

آپ کو درست رکھو، تمہاری رعیت بھی درست رہے گی۔ (۴۳) اس مقصد کی خاطر خلفاء خود گشت کرتے اور منکرات کا سد باب کرتے۔ (۴۴)

عمال کی تقرری کے وقت انہیں سرکاری فرمان کے ذریعے اپنی اصلاح اور لوگوں کے اخلاق کی نگرانی کی ہدایات دی جاتیں۔ عمال سے اپنی حدود میں رہنے اور عوام کی تعمیر و تہذیب پر لگے رہنے کے عہد لئے جاتے۔ پر تعیش زندگی گزارنے پر ان کی سخت تادیب ہوتی، لوگوں کی شکایت پر حکام کو تبدیل کر دیا جاتا۔ حضرت عمرؓ نے عیاضؓ بن غنم، عامل مصر کو بیش قیمت لباس پہننے اور محل بنانے کی شکایت پر کمبل کا کرتا پہنوایا اور انہیں بکریاں چرانے پر لگا دیا۔ (۴۵) مقصد یہ کہ ایسا فرد لوگوں پر حکمران نہیں رہنا چاہیے کہ جس کے کردار کو دیکھ کر اصراف، عیاشی اور لاپرواہی رعایا میں بھی پہنچنے لگے۔ حضرت علیؓ اخلاقی نگرانی کی زبانی و تحریری ہدایات کے علاوہ اصلاحی وفود بھیجتے جس سے عمال کی تحقیقات و نگرانی مقصود ہوتی۔ (۴۶)

خلفائے راشدین کی سیرتوں کا مطالعہ انسان کی آنکھیں کھولتا ہے کہ ایسے حکمران بھی دنیا میں ہو سکتے ہیں جو بیک وقت امام، مرشد، نگران، سربراہ اور خادم ہوں۔

نخلستانِ انسانی کے یہ باغبان...... جب انسانی معاشرے کے قائد بنے تو ایک ذمہ دار اور باضمیر معاشرہ پیدا ہوا۔ جو تعمیر کے اصولوں کا متلاشی اور تخریب کی سرگرمیوں سے مسلسل گریزاں ہوتا تھا۔ محنت، دیانت اور خود احتسابی کے بنیادی اوصاف کی نشو و نما نے عرب کی انسانی اجتماعیت کو اعلیٰ ترین اخلاقی اقدار سے مزین کر دیا تھا۔ امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے اصول نے ان کے اندر اچھائی پھیلانے کی اتنی جرأت بھر دی تھی کہ وہ خلیفۂ وقت کو ٹوک کر صحیح رخ پر لگا لیتے تھے۔

خلافت راشدہ کے یہ وہ معاشرتی احسانات ہیں جو آج تک آنے والی انسانی حکومتوں کے لئے مشعل راہ بنے ہوئے ہیں۔ ان زریں اصولوں سے نہ صرف مسلمان حکومتیں فیضیاب ہوتی رہتی ہیں بلکہ انسان کے اجتماعی شعور ان سے فائدہ حاصل کر کے آج فلاحی معاشرے تخلیق کرنے کی ہمت کی ہے۔ اصول حکمرانی سے لے کر نظام تمدن کی جزئیات تک انسانی اجتماعیت ہمیشہ خلافت راشدہ کی ممنون و مقروض رہے گی۔ تاریخی حقائق اور نظائر کی روشنی میں یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انسان کو اپنی دنیوی فلاح اور اخروی کامیابی کے لئے جس جامع نظام کی تلاش ہے وہ صرف اور صرف رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء کے قائم کردہ معاشرے سے ہی مل سکتا ہے!!!!

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

حواشی

1. Philip K. Hitti,History of the Arabs (New York-1968) p: 142

۲۔ البقرۃ:۳۰، الاسراء:۷۰، الاحزاب:۳۲، الذاریات:۵۶، المومنون:۱۱۵۔۱۱۸

۳۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویۃ (مصطفی البابی،مصر۱۹۳۶ء) : ۳۱۱،

۴۔ الطبری:۲۷۳/۳،

۵۔ ایضا:۴۴۶

۶۔ بیہقی، السنن الکبریٰ:۱۳۶/۱۰،

۷۔وفیات الاعیان(مکتبۃ النہضۃ المصریہ،قاہرہ۱۹۴۸ء):۱۶۸/۲

۸۔ سید مودودی، خلافت وملوکیت (ادارہ ترجمان القرآن،لاہور۱۹۸۸ء) :۱۷۲/۲۔۱۷۳

۹۔ یعقوبی، کتاب البلدان (بیروت ۱۹۶۰ء) :۱۱۱/۲،طنطاوی، عمر بن خطاب (مصطفی البابی،مصر۱۳۵۲ھ) :۱۸۷،

۱۰۔ جصاص، احکام القرآن (المطبعۃ البہیہ المصریہ ۱۳۴۷ھ) :۱۶۵/۲

۱۱،۱۲۔ طنطاوی، عمر بن خطاب:۱۸۴،۱۸۵

۱۳۔ علامہ خلاف، السیاسۃ الشرعیۃ:۲۴۱

۱۴۔ عینی:شرح البخاری:۲۷/۱۳،

۱۵۔ الطبری:۳۱۲/۴،

۱۶۔ حسن ابراہیم، النظم الاسلامیہ (احیاء التراث العربی،بیروت ۱۹۶۴ء) :۶۲۰

۱۷۔ ابن سعد، طبقات الکبریٰ (دارالفکر،بیروت ۱۹۹۴ء) :۳۴۰/۳

۱۸۔ الطبری:۴۵۰/۳،

۱۹،۲۰۔ایضا:۲۹۲

۲۱۔ ابویوسف، کتاب الخراج (دارالمعرفہ،بیروت ۱۹۷۹ء) :۲۵،

۲۲۔کنز العمال: حدیث نمبر۲۲۱۴،۲۳،۲۴۔السرخسی، المبسوط (دارالمعرفہ،بیروت ۱۹۸۹ء):۱۲۵/۱۰،طنطاوی، عمر بن خطاب:۱۸۴،

۲۵۔حسین ہیکل،ابوبکر:۸۷

۲۶۔ النساء:۱، الاسراء:۷۰، النحل:۹۷، لقمان:۱۴۔۱۵،التبریزی،مشکوٰۃ:۴۱۸

۲۷۔ ابن الاثیر، اسد الغابہ (مکتبۃ الاسلامیہ،طہران) :۴۸۱/۵،

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

۲۸۔ ابن کثیر:۸/۵،

۲۹۔ ابن حجر العسقلانی، الاصابۃ فی تمیز الصحابۃ (مطبعہ مصطفیٰ محمد، مصر) :۲۲۹/۴

۳۰۔ جلال الدین عمری، عورت اسلامی معاشرہ میں (مکتبہ تعمیر انسانیت، لاہور ۱۹۸۳ء) :۱۷۹

۳۱، ۳۲۔ ابن عبدالبر، الاستیعاب ، ابن کثیر:۱/۴۶۷

۳۳، ۳۴۔ ابوعبید، کتاب الاموال (مکتبۃ الاظہریہ، مصر ۱۹۸۱ء) :۴۴، ۲۲۴،

۳۵۔ الماوردی، الاحکام السلطانیۃ :۱۴۳۔۱۴۴، ۳۶۔ ابوعبید:۴۳،

۳۷۔ سید قطب، العدالۃ الاجتماعیۃ فی الاسلام:۲۵۵

۳۸۔ کنز العمال:۲۳۱۳، ۳۹۔ سید مودودی، تفہیم القرآن (ادارہ ترجمان القرآن، لاہور ۱۹۹۱ء) :۸۹/۵

۴۰۔ ابن ہشام، السیرۃ النبویہ:۳۱۱/۴، ۴۱۔ ۴۶: الطبری:۲۷۳/۳، ابن کثیر:۴/۸۔۵

☆☆☆☆☆☆☆☆☆☆

© rasailojaraid.com